ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور پاکستان

بانیٔ ادارہ
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی
قدس سرہٗ

اطمینان و سکون کا نسخہ

ہمارا مذہبی، ملی اور اخلاقی فرض ہے کہ ہم خدائے واحد ہی کو تمام مشکلات کا حل کرنے والا اور اسی کو کارسازِ حقیقی سمجھ کر پورے یقین اور اذعان کے ساتھ اس پر اعتماد اور بھروسہ کریں۔ اور اس نصب العین کے لیے پورے استقلال اور استقامت کے ساتھ سرگرم جد و جہد ہو جائیں۔

اگر ہم نے یہ راہِ عمل اختیار کیا تو نہ صرف دنیاوی کامیابیاں ہمارے قدم چومیں گی بلکہ عالمِ بالا کی روحانی بشارتیں ہمارے تمام دماغی انتشار کو دور کر کے دنیا میں بھی ہمیں اطمینان و سکون کی زندگی کا موقع دیں گی اور آخرت میں بھی ہماری حیات پُرسکون اور پُرسرور ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

(شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ)



احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کے لیے محبت کا اجر

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ لَاُنَاسًا مَاھُمْ بِاَنْبِیَاءَ وَلَا شُھَدَاءَ یَغْبِطُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ وَالشُّھَدَاءُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِمَکَانِھِمْ مِنَ اللّٰہِ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ تُخْبِرُنَا مَنْ ھُمْ قَالَ ھُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰہِ عَلٰی غَیْرِ اَرْحَامٍ بَیْنَھُمْ وَلَا اَمْوَالٍ یَتَعَاطَوْنَھَا فَوَاللّٰہِ اِنَّ وُجُوْھَھُمْ لَنُوْرٌ وَاِنَّھُمْ لَعَلٰی نُوْرٍ لَا یَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَأَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۰

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً اللہ کے بندوں میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ وہ نہ نبی ہیں نہ شہید۔ لیکن قیامت کے دن اللہ کے ہاں ان کا مرتبہ دیکھ کر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے لوگوں نے آپ سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں بتلائیں گے کہ وہ کون ہیں؟ فرمایا وہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے آپس میں محبت کی حالانکہ ان کے درمیان کوئی رشتہ داری نہ تھی اور نہ کوئی مالی لین دین تھا۔ قسم اللہ کی ان کے چہرے سراپا نور ہیں اور بے شک وہ نور کے کناروں پر کھڑے ہیں جس وقت سارے لوگ ڈر رہے ہوں گے انہیں کوئی ڈر نہ ہوگا اور جب لوگ غمگین ہوں گے۔ تو انہیں کوئی غم نہ ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "خوب سن لو! اللہ کے دوستوں کو نہ ڈر ستائے گا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے"۔

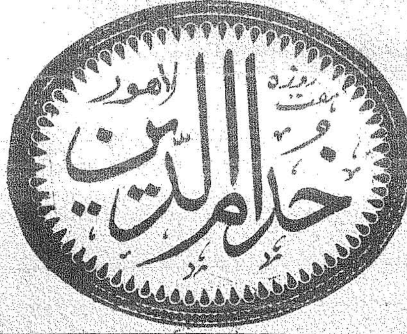
اس حدیث میں صاف کہہ دیا گیا ہے کہ آپس کی محبت کی بنیاد رشتہ داری یا مال اور عزت حاصل کرنے کی بنیاد پر نہ ہونی چاہیے۔ بلکہ ارشاد نبوی ہے کہ آپس میں محبت فقط اللہ کے لیے کرو کہ یہ محبت اللہ کی رحمت کا ایک حصہ ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے خوش ہوتا ہے جو اس کے بندوں پر رحم کرتے ہیں اور اللہ ان پر رحمت کرتا ہے۔ جو لوگ اس خیال سے آپس میں میل جول اور محبت رکھتے ہیں ان کا مرتبہ قیامت میں اللہ کے نزدیک اتنا بلند ہوگا کہ نبی اور شہید تک ان لوگوں کو دیکھ کر تحسین و آفرین کریں گے اور شاباش کہیں گے ارشاد ہے کہ ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے ہوں گے، ان کی صورت پر نور برس رہا ہوگا اور ان کے ہر طرف نور کا سمندر جوش مار رہا ہوگا، اوروں کو غم ہوگا مگر انہیں نہ ہوگا اور نہ ان کے پاس خوف پھٹکے گا۔

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی کہ جنہوں نے اللہ سے دوستی کی وہ مستقبل کے خوف اور ماضی کے غم سے آزاد ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

۲۰ جون ۷۵ء

نظر آ رہی ہے جس
موت نہیں ۔ اس لیے
محمد سعید اٹھتا ہے ۔
زاہد الراشدی



رئیس التحریر
مفکرِ اسلام
قائد اسلامی انقلاب
مولانا مفتی محمود

جلد ۲۱ شمارہ ۴ | ۹ر جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۰ر جون ۱۹۷۵ء | فی پرچہ ۶۰ پیسے

مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ العالی

محکمہ اوقاف

یہ امر انتہائی افسوسناک ہے کہ ایوب خاں کے زمانہ میں معرضِ وجود میں آنے والا محکمہ اوقاف بتدریج ایک ایسی شاہراہ پر سرگرم عمل ہے جس کا آخری نتیجہ انتہائی اندوہناک ہوگا۔

یہ تو ایک حقیقت ہے کہ اسلام نے جس طرح دوسرے معاملات زندگی میں ایک واضح لائحہ عمل تجویز کیا ہے اور اپنے ماننے والوں کی بھرپور رہنمائی کی ہے اسی طرح اوقاف کے معاملہ میں بھی اس کی ہدایات بالکل واضح ہیں۔

لیکن ان ربانی ہدایات کو قطعاً نظر انداز کر کے من ملنے طریق پر ایک محکمہ کا قیام اور پھر اس کے ذریعہ من ملنے مقاصد پورے کرنا اسلام کے خلاف ایک بدترین سازش اور مذہب حق کے معاملہ میں انتہائی شرمناک جسارت ہے۔ کہ اس محکمے کے ذریعے جن اکابر اولیاء اللہ کے مزارات پر حکومت نے قبضہ جمایا وہاں اصلاح احوال کی کوئی صورت آج تک دیکھنے میں نہیں آئی۔ اوّل تو بعض مزارات خالص سیاسی وجوہات کے پیش نظر واپس کر دیے گئے اور جو اب تک سرکار کے قبضہ میں ہیں ان کے ذریعے لوٹ کھسوٹ کا دھندا کرنے والے چہرے تبدیل ہو گئے ہیں اور بس۔

اس سے پہلے مجاوروں کا ایک ٹولہ ان بندگان خدا کے نام پہ جلبِ منفعت کا دھندا کرتا تھا تو آج سرکاری اہلکار لوٹ کھسوٹ میں مبتلا ہیں نہ پہلے ان اہل اللہ کی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کا کچھ اہتمام تھا نہ آج ہے۔ البتہ آج جس چیز کا اضافہ ہوا وہ عرسوں کے موقعہ پر وزراء کی دستار بندی ہے یا پھر بیش قیمت دروازوں کی تنصیب!
ظاہر ہے کہ اس سے ان اہل اللہ کی ارواح مقدسہ خوش ہونے کے بجائے ملول و مغموم ہوں گی اور بس۔

پھر مساجد کا معاملہ ہے۔ تو ہم دیکھتے ہیں کہ محض ان مساجد پہ قبضہ جمایا گیا جن کے ساتھ آمدنی کے کچھ ذرائع تھے۔ ظاہر ہے کہ واقف حضرات نے ان آمدنیوں کا اہتمام سرکاری اللّوں تللّوں کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ مساجد کی ضروریات احسن طریق سے پوری ہوتی رہیں۔ لیکن دیکھا یہ جا رہا ہے کہ مساجد میں کسی چیز کا معقول انتظام نہیں نہ پانی نہ روشنی نہ چٹائی۔ ایک بلب کے حصول کے لیے کئی دفتروں

ہیں - اور نتیجہ پھر بھی عام
کم ہوتا ہے۔
ہ عملہ کے معاملہ میں جو روش
ہے اس کے نتیجہ میں عملہ کے لوگ
ماشاء اللہ ان اوصاف حمیدہ سے عاری ہو چکے ہیں جو وارثانِ منبر و محراب کا طغرائے امتیاز تھا۔

ان حضرات کو روایتی سرکاری ملازم بنا کر شاید فکرِ معاش سے آزاد کر دیا گیا ہو۔ جس کی بہت کم توقع ہے لیکن یہ ایک دکھ اور صدمہ کی بات ہے کہ ان کے ضمیر اور ان کی زبانیں عام طور پر مقفل ہو چکی ہیں۔

اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ ہی ایسا ہوتا رہا کہ اربابِ حکومت نے اپنی دینی ذمہ داریوں کے پیشِ نظر مساجد کے عملہ کی خدمت کی لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ان کے ضمیر سرد کئے گئے ہوں یا ان کی زبانوں پر تالے لگائے گئے ہوں۔

جبکہ آج یہی کچھ ہو رہا ہے اور اگر کوئی عملہ کا آدمی اس جال میں پھنسنے سے انکار کر دیتا ہے تو پھر اس کو دفتر کے روایتی چکروں کے ذریعہ تنگ کیا جاتا ہے جس کی صورتیں تبادلہ اور معطلی کی صورت میں عام طور پہ سامنے آتی رہتی ہیں۔

اور بدقسمتی یہ ہے کہ خطباء کے حلقہ میں بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو سرکار دولت مدار کے چشم ابرو کے مطابق زندگی گزارنا ہی کمال سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے ہم یہ کہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کہ اپنی غلط روی سے اسلاف کی تاریخ کو داغدار نہ کریں۔ اگر تمہیں تنورِ شکم حکمرانوں کے دسترخوانوں کے ذریعہ ہی بھرنا ہے تو اس منصب عالی کو چھوڑ کر کوئی اور طریق اپنا لیں اور اگر اسی منصب پر قائم رہنا ہے تو پھر اس عظیم ترین منصب کی ذمہ داریوں کا احساس کرو اور اسلاف کی سنہری اور روشن تاریخ کو گدلا نہ کرو۔

یقین کرو کہ اگر تم نے ہمارا یہ صائب مشورہ تسلیم نہ کیا تو قضا و قدر خود تمہیں تمہارے کئے کی سزا دے گی۔

آخر میں اربابِ حکومت سے یہ کہنا ہے کہ بقاء صرف اللہ کی ذات کو ہے۔ کوئی شخص یا جماعت نہ ہمیشہ رہی نہ رہے گی۔ قدرت کا قانون اٹل ہے۔ اس لیے تم بھی اپنے اعمال پہ نظرثانی کرو۔

مساجد اسلامی معاشرہ میں مرکزی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کے ذریعہ اتنے کام لیے جا سکتے ہیں جس کا تم جیسے کورچشموں کے لیے تصور بھی مشکل ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ تم ان کعبہ کی بیٹیوں کو اپنے گھڑے کی مچھلی بنانے کی روش چھوڑ کر یا تو صحیح مسلم وقف کا اہتمام کرو اور اس کے ذریعے ہر چھوٹی بڑی مسجد کے اخراجات برداشت کر کے اپنی ملّی ذمہ داریوں کو پورا کرو (لیکن اس میں تمہاری دخل اندازی قطعاً ناقابلِ برداشت ہوگی اور اس قسم کی کوئی تحریک پروان نہ چڑھنے دی جائے گی) ورنہ مساجد کو آزاد کر دو ان کے معاملات میں مداخلت نہ کرو۔

لیکن اگر تم نے مداخلت کی پالیسی پر ہی کاربند رہنا ہے تو وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا کی قرآنی وعید کو سامنے رکھو جس میں مساجد کو حقیقی آبادی کے دشمنوں کو ظالم کہا گیا ہے اور ظالم تمہارے ہی کوثر نیازی کی زبان میں ع

"ظالم کا جہاں زیر و زبر ہو کے رہے گا"
کے مصداق برباد ہو جایا کرتا ہے۔

لیبیا کے سربراہ مملکت سے ایک گزارش

جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما اور حزب اختلاف کی متحدہ پارلیمانی پارٹی کے لیڈر مولانا مفتی محمود نے پچھلے دنوں اسلام آباد میں لیبیا کے سفیر سے ملاقات کی اور انہیں لیبیا میں جناب محمد رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ پر بننے والی فلم کے متعلق گفتگو کی۔ اسی طرح جمعیۃ علماء اسلام کے ایک اور رہنما جامعہ حقانیہ اکوڑہ کے سربراہ حضرت مولانا عبدالحق ایم۔این۔اے نے بھی سفیر موصوف سے اسی موضوع پر گفتگو کی۔

فلم کے معاملہ میں خدام الدین کا نقطہ نظر بالکل واضح ہے۔ اس نے ہمیشہ ہی اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور جب کبھی اس قسم کی فلم کا تذکرہ سامنے آیا جس کا تعلق دینی شعائر یا دینی شخصیتوں کی توہین ہے جس کا ایک لمحہ کے لیے برداشت کرنا ہمارے لیے مشکل ہے۔ ہم وقتی اور ہنگامی فوائد جنہیں فوائد کہنا ہی غلط ہے کے لیے فلم سازی کو عین اسلام کہنے اور پردہ سکرین پر ضرورۃً صنفِ نازک کی رونمائی کو جائز کہنے کی قطعاً جسارت نہیں کر سکتے۔ یہ کام وہ لوگ کر سکتے ہیں جنہیں اپنے خادم دین ہونے کے متعلق کچھ زیادہ ہی زعم ہے۔ اور جو اپنے سوا کسی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ اس قسم کے مفکر چاہیں تو ایسی جسارتیں کریں ہم ایسا نہیں کر سکتے۔

جب ہمارا نقطہ نظر واضح ہے تو ہم لیبیا میں ہونے والی اس افسوسناک جسارت کے متعلق بھی لگی لپٹی رکھے بغیر اپنی رائے واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اس طرح لیبیا نے اپنی عزت میں کوئی اضافہ کرنے کے بجائے اپنی شہرت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

لیبیا کی موجودہ قیادت جب برسر اقتدار آئی تو پوری دنیا کے مسلمانوں نے اس کا خیر مقدم کیا اس خوشی و مسرت کے قدرتی اور طبعی اسباب تھے اور اس کے بعد وہاں کے کرنل معمر قذافی نے بعض انتہائی جرأت مندانہ اقدامات کیے اس پر وہ اور بھی زیادہ عقیدت و محبت کا مرکز بن گئے۔ بلکہ پاکستان کے عوام نے تو اپنی روایتی عقیدت و محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے بچوں کے نام تک ان کے نام پر رکھے اپنے تجارتی اداروں وغیرہ کے سائن بورڈ تبدیل کرائے اور بھرپور محبت کا مظاہرہ کیا لیکن کچھ عرصہ سے وہ گرمجوشی اور محبت کم ہوتی نظر آ رہی ہے جس کے اسباب پر گفتگو کرنا مناسب نہیں۔ اس لیے کہ اس سے تعلقات پر ناخوشگوار اثر پڑتا ہے۔ لیکن اس ایک سبب کا اظہار کیے بغیر ہم رہ نہیں رہ سکتے کیونکہ اس کا تعلق حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ اور آپ کی ذات کے مقابلہ میں کوئی تعلق و دوستی لائق التفات نہیں۔

مسلمان قوم نے دنیائے یورپ کی طرف سے اس قسم کی جسارتوں پر ہمیشہ شدید نکتہ چینی کی اور اور ہر سطح پر کوشش کر کے اس قسم کی حرکات کا سدِباب کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن اب بدقسمتی سے اس قسم کا ایک اقدام اس حکومت نے اٹھایا ہے جو سامراج دشمنی اور احیاء ملت کی کوشش میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ بڑھا ہوا قرار دیتی ہے۔

ہمیں حیرانی ہے کہ ایک ایسی حکومت جس نے دنیا میں اپنے متعلق عجیب و غریب تاثرات قائم کرنے کی کوشش کی ہے وہ اب اس قسم کے اقدامات کیوں کر رہی ہے۔ جس کے نتائج انتہائی افسوسناک ہو سکتے ہیں۔

قائد جمعیۃ اور مولانا عبدالحق کی سفیر محترم سے ملاقات کی یہی غرض تھی کہ وہ اپنی حکومت تک ملتِ اسلامیہ کے جذبات پہنچائیں۔

ہم دعاگو ہیں کہ واجب الاحترام بزرگوں کی ملاقات بامقصد ثابت ہو اور سفیر موصوف اپنی حکومت کو اس معاملہ میں قائل کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔

نہر سویز کھل گئی

آٹھ سال کے تعطل کے بعد دنیا کی مشہور ترین آبی شاہراہ ۵ جون کو کھل گئی۔ قارئین نے اس خبر کو پڑھا اور پہلے جہازوں کے قافلہ کی تفصیلات بھی

ملاحظہ فرمالیں۔

یہ نہر مصری قوم کی عزم و ہمت کی ایک درخشاں مثال ہے۔ مصر نے اس نہر کی تکمیل و کھدائی کے لئے اپنے ہزاروں نامور سپوتوں کی قربانی دی اور بڑا خطیر سرمایہ اس پر خرچ ہوا لیکن ربع صدی سے پہلے کے مخصوص حالات نے مصر کو عضو معطل بنا دیا اور فرانس و برطانیہ نہر کے مالک چودھری بنے رہے اس کے بعد مصر کے سابق فرمانروا مرد دانا جمال عبدالناصر مرحوم نے اپنی روایتی جرأت و مردانگی اور مصری قوم کی عزم و ہمت نے اس نہر کو استبدادی عناصر کے پنجہ سے چھڑا لیا۔ اس کی سزا مصری قوم کو دینے کے لیے عجیب عجیب حربے اختیار کیے گئے مگر مصری قوم اپنے حق سے دستبردار نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ ۱۹۶۷ء میں عالمی سامراج کی مکروہ ترین سازش کے پیش نظر مصر کو ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑا اسی میں نہر سویز بھی بند ہو گئی جس کا مصر کی معیشت پر بہت برا اثر پڑا۔ لیکن بعض دوست ممالک کی فیاضی و دریا دلی نے جہاں مصر کے لیے مسیحا کا کردار ادا کیا وہاں ناصر مرحوم کے جانشین سادات کے تدبر، دور اندیشی اور مسلسل کوششوں نے جہاں اسرائیل کے ناقابل تسخیر ہونے کا غرور خاک میں ملا دیا۔ وہاں آٹھ سال کے بعد نہر کو دوبارہ اس قابل بنا دیا کہ اس کے ذریعہ فائدے حاصل کئے جا سکیں۔

سادات نے کمال تدبر سے نہر کھول دی لیکن اسرائیل کو بدستور اس سے الگ تھلگ رکھا۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت مسلمانانِ عالم کو خلوص، رواداری اور باہمی تعلق سے اپنے مسائل سے عہدہ برا ہونے کی توفیق دے۔

ساتھ ہی ہم پاکستان کی نام نہاد صحافت سے متعلق حضرات سے یہ کہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ جب سے امریکہ اور اسرائیل پٹنا شروع ہوئے ہیں آپ نے دنیا کی مسلم شخصیتوں بالخصوص ناصر کے خلاف جو طرز عمل اختیار کر رکھا ہے اس کے پس منظر سے ہم بخوبی واقف ہیں۔ بہتر ہے کہ آپ اپنی روش پر نظر ثانی کریں۔ ورنہ حقائق کی نشاندہی کا ہم حق محفوظ رکھتے ہیں۔

یقین کریں کہ آج سادات سمیت مخلص قائدین کی کامیابیوں کا اصل راز ناصر مرحوم کی پیہم جد وجہد کا مرہونِ منت ہے۔ اگر مرحوم ناصر سامراجی دنیا سے اس طرح نہ ٹکرا جاتے تو آج عالم اسلام کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

خدا ہمیں عقل صحیح اور فہم صحیح نصیب فرمائے۔

اور

ناصر مرحوم کو کروٹ کروٹ رحمتوں سے نوازے۔

ضیاء الرحمن فاروقی کی وضاحت

ہفت روزہ الجمعیۃ راولپنڈی ۳۰/۵/۷۵ میں ایک مضمون بعنوان "مدرسہ خیر المدارس ملتان میں مفتی گروپ کا ناٹک" شائع ہوا ہے جس سے بعض احباب کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ اس مضمون سے میرا تعلق ہے۔ میں اس سوقیانہ مضمون سے کلی بیزاری کا اعلان کرتا ہوں جس میں خیر المدارس کے واقعات میں قائد جمعیۃ علماء اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ العالی کو بلا وجہ ملوث کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور حضرت مفتی صاحب کے علاوہ جمعیۃ علماء اسلام اور جمعیۃ طلبہ اسلام کے دیگر اکابرین کے خلاف بازاری زبان استعمال کی گئی ہے اور میں اس مضمون کے مندرجات کی پر زور مذمت کرتا ہوں۔

مجھے قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ اور دیگر اکابر جمعیۃ کی قیادت پر مکمل اعتماد ہے اور میں ان کی راہنمائی میں کام کرنے کو ہی باعث سعادت و نجات سمجھتا ہوں

فقط

ضیاء الرحمن فاروقی

شریک دورۂ حدیث خیر المدارس ملتان

سابق نائب صدر جمعیۃ طلبہ اسلام پنجاب

بگیر راہ حسین احمد ار خدا خواہی

کہ نائب نبی است وہم ز آل نبی است

خطبۂ جمعہ

ترتیب

محمد سعید الرحمٰن علوی

اسلام ہر خوبی و بھلائی کا علمبردار اور ہر بُرائی کا دشمن ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ ج یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۝

سورۂ نحل کے تیرھویں رکوع کی یہ آیت کریمہ ہر اس مسلمان نے جس کو اللہ تعالیٰ نے عبادت و بندگی کی توفیق عطا فرما رکھی ہے اور جو باقاعدگی سے مساجد میں حاضر ہوتا ہے ضرور سنی ہو گی کیونکہ یہ آیت کریمہ ہر جمعہ کو ہر مسجد کا خطیب دوسرے خطبہ کے آخر میں بڑے اہتمام سے تلاوت کرتا ہے اور یہ سلسلہ آج کا نہیں بلکہ بقول مفسرِ عثمانی قدس سرہٗ حضرت امام راشد خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا اہتمام فرمایا تھا اور اس وقت سے اب تک یہ سلسلہ اسی طرح رواں دواں ہے۔

امام راشد قدس سرہٗ نے اس آیت مبارکہ کو جو منتخب فرمایا تو اس کی وجہ اس کی کمال جامعیت ہے یوں تو قرآن مجید کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ اپنی بلیغانہ شان اور اپنی جامعیت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ کہ آخر خدا کا کلام ہے تاہم فرق مراتب کے مسلّمہ اصول کے پیش نظر اس صحیفہ مقدسہ کی آیات میں بھی اس قسم کا فرق لابدی ہے۔ فضائل کے اعتبار سے اور دوسرے اعتبارات سے اس فرق کو حضور علیہ السلام نے خود واضح فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایک جلیل القدر صحابی رسول ؐ ہیں اور تفسیر قرآن میں سند کا درجہ رکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے خود ان سے قرآن سنا اور ان سے قرآن سیکھنے کا فرمایا۔ وہ اس آیت مبارکہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ :

"اللہ تعالیٰ نے ہر ایک خیر و شر کے بیان کو اس آیت میں اکٹھا کر دیا ہے۔ گویا کوئی عقیدہ خُلق (اخلاق) نیت، عمل، معاملہ اچھا یا بُرا ایسا نہیں۔ جو امراً یا نہیاً (کرنے نہ کرنے کے اعتبار سے) اس کے تحت میں داخل نہ کیا گیا ہو۔" (تفسیر عثمانی)

اس آیت کریمہ سے پہلی آیت کے آخر میں قرآن عزیز کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : کہ

"اتاری ہم نے تجھ پر کتاب (جو) کھلا بیان ہے ہر چیز کا"

اور اس کے متصل یہ آیت ہے اس پر بعض علماءؒ نے یہاں تک لکھا کہ اگر قرآن میں کوئی دوسری آیت نہ ہوتی تو تبیانا لکل شیئٍ (ہر چیز کا بیان) کے ثبوت کے لیے یہی ایک آیت کافی تھی۔

صحابہ کرامؓ اور علماء امت کے ان ارشادات کی روشنی میں اس آیت کریمہ کی جامعیت کا بخوبی

اندازہ ہو سکتا ہے نیز یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے اس آیت کو خطبہ جمعہ میں کیوں درج فرمایا۔ اور امت کا ایک ایک خطیب آج تک اس کو کیوں اپنائے ہوئے ہے؟

آیت کریمہ میں جو ارشادات ہیں ان کا خلاصہ سننے سے پہلے ترجمہ ملاحظہ فرمالیں۔

"اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور رشتہ داروں کو دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور نامعقول کام سے اور سرکشی سے اللہ تم کو سمجھاتا ہے تاکہ تم یاد رکھو"

ترجمہ سے واضح ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں تین چیزوں کا حکم دیا گیا ہے۔ جبکہ تین چیزوں سے روکا گیا ہے۔ جن تین چیزوں کا حکم ہے وہ ہیں عدل، احسان اور رشتہ داروں کو عطا کرنا جبکہ فحشاء، منکر اور بغی سے روکا گیا ہے۔ ان کی تفصیلات تو خاصی طویل ہیں، مختصراً ضروری باتیں سماعت فرمالیں۔

عدل کا عام فہم مفہوم جو بیان کیا جاتا ہے اس کو ایک لفظ انصاف میں سمویا جا سکتا ہے اور عام طور پر یہی لفظ استعمال بھی ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ ایک ایسا جامع لفظ ہے جو زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔

بقول مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہ:۔

"عدل کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے تمام عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات، جذبات اعتدال و انصاف کے ترازو میں تُلے ہوں۔ افراط و تفریط سے کوئی پلہ جھکنے یا اٹھنے نہ پائے۔ سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی معاملہ کرے تو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو جو بات اپنے لیے پسند نہ کرتا ہو اپنے بھائی کے لیے بھی پسند نہ کرے"۔

اس کے علاوہ بھی قرآن عزیز نے عدل و انصاف کی اہمیت اور اس کے متعلق بعض ضروری احکامات ارشاد فرمائے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا:۔

"ہر حال میں عدل کرو کہ یہی بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے"۔

اور اس سے متصل پہلے ارشاد فرمایا کہ:۔

"کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف ہرگز نہ چھوڑو"۔

گویا انصاف کے معاملہ میں اللہ رب العزت نے یہاں تک محتاط رہنے کا حکم فرمایا کہ ہر حال میں انصاف ہونا چاہیے قطع نظر اس کے کہ اگلا کون ہے؟ اپنا ہے یا بیگانہ؟

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عدل کے متعلق جو کچھ ارشادات فرمائے اور بعد کے مسلمانوں نے صاحب اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اس فرض کو جس احسن طریق سے نبھایا۔ اس کی تفصیلات سے کتابیں بھری پڑی ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ اسلام کا دامن رحمت اتنا وسیع ہے کہ اس سے ہر ایک فیض حاصل کرتا ہے۔

الاحسان ۔ دوسری بات اللہ تعالیٰ نے جو ارشاد فرمائی وہ ہے احسان! اس کے معانی مولانا عثمانی اپنے فاضلانہ حواشی میں فرماتے ہیں:۔

"احسان کے معنی یہ ہیں کہ انسان بذاتِ خود نیکی اور بھلائی کا پیکر بن کر دوسروں کا بھلا چاہے۔ عدل و انصاف کے مقام سے بھی بلند ہو کر لطف و مہربانی کی روش اختیار کرے اور فرائض کی ادائیگی کے بعد تطوع و تبرع (نوافل وغیرہ) کی طرف قدم بڑھائے۔ انصاف کے ساتھ مروت کو بھی جمع کرے اور یقین رکھے کہ جو بھلائی وہ کرے گا خدا اسے دیکھ رہا ہے اور ادھر سے بھلائی کا جواب ضرور بھلائی کی صورت میں سامنے آئے گا"۔

اسی حقیقت کو هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ سے واضح فرمایا گیا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے احسان کی حقیقت بھی بیان فرمائی کہ احسان یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالےٰ کو گویا دیکھ کر عبادت و نیکی کر رہا ہے ورنہ کم از کم وہ تو دیکھ ہی رہا ہے اور تیسری بات ایتای ذی القربیٰ ہے — یعنی قرابت داروں اور رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ عدل و انصاف اور احسان و مروّت کی جو دو باتیں پہلے ذکر فرمائیں ان کا تعلق اپنے بیگانے سبھی کے ساتھ ہے۔ لیکن بہرحال رشتہ دار جنہیں اقارب کہا جاتا ہے غیر رشتہ دار جنہیں اجانب کہا جاتا ہے بہرحال مقدم ہیں۔ قدرت نے جو تعلقاتِ قرابت قائم فرمائے ہیں ان کا لحاظ از بس ضروری ہے۔

اسی طرح ممانعت کے مرحلہ میں تین چیزوں سے روکا گیا ہے۔

فحشا، منکر اور بغی۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ "ایک انسان میں تین قوتیں ہوتی ہیں جن کے غلط استعمال کا نتیجہ خرابی و بربادی ہے ایک قوت بہیمی شہوانی، دوسری قوت وہمی شیطانی اور تیسری قوت غضبی سبعی۔ پہلی قسم کی قوت کے غلط استعمال کا نتیجہ بے حیائی کے وہ کام ہیں جن کو قرآن نے فحشاء کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ جب انسان حیوان ناطق کے بجائے حیوان محض بن کر حیوانیت کی سطح پر آجاتا ہے تو پھر اس سے بھلائی کے کام کیونکر سرزد ہوں گے۔

منکر معروف کی ضد ہے جس کا آسان معنیٰ نامعقول کام ہیں۔ ایسے کام جنہیں فطرت انسانی اور عقل انسانی صحیح تسلیم نہ کرے۔ نیکی اور بھلائی کی قوت جب دب جائے، اور شیطانی قوت غالب آجائے تو ایسا ہونا لابدی ہوتا ہے۔

تیسری چیز بغی ہے جو نتیجہ ہے انسان میں درندگی کے پیدا ہونے کا۔ جس طرح درندہ چیر پھاڑ پہ اتر آتا ہے اور ظلم و تعدی اس کا وطیرہ ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان بھی جب یہ روش اختیار کرے تو اس میں اور درندہ میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ گویا تین لفظ ارشاد فرما کر اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ ان تینوں قوتوں کو قابو میں رکھو۔ عقل و بھلائی کی قوت سے کام لو اور اس قوت کو ان تین قوتوں پر حاکم و غالب بناؤ اس طرح تم مہذب اور پاک ہو جاؤ گے ورنہ نہیں" (عثمانی)

مولانا عثمانیؒ کے ارشادات کو آسان الفاظ میں اس لیے نقل کیا کہ سمجھنا آسان ہو۔ اور تین اوامر اور تینوں نواہی کی اصل غایت آپ کے سامنے آگئی۔ جس سے یہ اندازہ لگانا آسان ہے کہ یہ آیت کریمہ کتنی جامع ہے اور اکابرین ملت نے اس کے رموز و اسرار پہ جو بہت کچھ فرمایا اس کی اصل حقیقت کیا ہے۔

واقعہ تو یہ ہے کہ قرآنی تعلیمات سے بُعد اور دوری کے پیشِ نظر حضرت انسان جو "خلیفۃ اللہ فی الارض" کے منصب گرامی پہ سرفراز ہو کر دنیا میں آیا تھا۔ آج وحشت و بربریت، فسق و فجور اور ظلم و تعدی کا مجسم نشان بن چکا ہے۔ اسی وجہ سے معاشرہ امن و سکون سے محروم ہے۔ اور جب تک قرآنی حقائق کو حرزِ جاں نہ بنایا جائے گا۔ اس وقت تک یہی پوزیشن رہے گی۔

اللہ تعالےٰ عقل سلیم، فہم صحیح اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

---

۳۰۰ قادیانیوں کی توبہ اخبار العالم الاسلامی مکۃ المکرمہ کی ایک خبر کے مطابق گھانا میں ۳۰۰ قادیانیوں نے قادیانیت سے توبہ کرکے اسلام قبول کرلیا ہے۔

خبر کے مطابق رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد اور پاکستان کی پارلیمینٹ کے فیصلہ کے بعد بیرونی دنیا میں قادیانیوں کے فریب چاک ہو رہا ہے اور غلط فہمی کی بنا پر قادیانیت قبول کرنے والے بیشمار لوگ دوبارہ مسلمان ہو رہے ہیں۔

مجلس ذکر

[redacted]

مرتب
محمد سعید الرحمٰن علوی

نفسِ انسانی کی اصلاح ایک ناگزیر ضرورت ہے

اس کے بغیر کامیابی کا تصوّر محال ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفی وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفی : امّا بعد :

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا

قرآن عزیز کے یہ دو مختصر لیکن پُرحکمت جملے سورۂ شمس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس سورۃ کے ابتداء میں اللہ تعالےٰ نے چند قسمیں کھائی ہیں۔ یعنی سورج اور اس کی دھوپ کے چڑھنے کی، چاند کی جب وہ سورج کے پیچھے طلوع ہو، دن کی جب اس کو روشن کرے، رات کی جب اس کو ڈھانپ لے، آسمان کی اور جیسا کہ اس کو بنایا۔ زمین کی اور جیسا کہ اس کو پھیلایا اور نفس (جی) کی جیسا کہ اس کو ٹھیک ٹھیک بنایا۔

یہ سات قسمیں کھانے کے بعد فرمایا:

فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا یعنی اس کو (نفس کو) سمجھ دی بدی کی اور بیچ کر چلنے کی

اس کے متصل وہ دو ٹکڑے ہیں جو ابتدا میں عرض کیے اور ان کے معنی ہیں:

"تحقیق مراد کو پہنچا جس نے اس کو سنوار لیا اور نامراد ہُوا جس نے اس کو خاک میں ملا چھوڑا۔"

گویا اللہ تعالےٰ نے چند قسمیں کھانے کے بعد انسانی نفس کو نیکی و بدی کی دونوں راہوں کا جاننے والا بتلایا اور فرمایا کہ ہم نے خود یہ دونوں راہیں اسے سمجھا دیں۔ اب ان دونوں راہوں کے معاملہ میں حضرت انسان مختار ہے چاہے تو نیکی و تقوٰی کی راہ اپنا کر سرخرو ہو جائے اور چاہے تو بدی و شیطنت کی راہ اپنا کر اپنے کو ذلیل کر لے

جہاں تک قسم کا تعلق ہے اس کے معاملہ میں اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ یہ ایک ضرورت کی چیز ہے۔ قسم کی عادت بنا لینا اور بات بات پر قسم کھانا یہ بہت بُری حرکت ہے اور نبی امّی علیہ السلام نے اس سے سختی سے منع فرمایا۔ ہاں قسم کھانا ناگزیر ہو جائے کہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو کھا بھی سکتا ہے لیکن اس میں یہ ضروری ہے کہ محض خدا کے نام کی قسم ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی دوسرے کی قسم کھانا شدید گناہ ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

رہ گیا ان قرآنی قسموں کا قصہ جو اللہ تعالیٰ نے کھائی ہیں اور جن کا مختلف مقامات پہ تذکرہ ہے تو ان پر گفتگو کا یہ وقت نہیں تاہم اتنی بات سمجھ لینی ضروری ہے کہ اس سے بیچ قسم کے متعلق جو کچھ کہا گیا وہ انسان کے لیے ہے کیونکہ احکام کا مکلّف انسان ہے۔ رہ گیا معاملہ خدائے برتر و توانا کا تو وہ ہماری طرح مکلّف نہیں وہ تو خالق و مالک اور مختار ہے۔

اس نے مختلف مقامات پر جو قسمیں کھائیں ان میں چند در چند حکمتیں ہیں مثلاً اس سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں "نفس" کے علاوہ چھ چیزوں کی قسمیں ہیں اور ساتویں قسم "نفس" کی ہے جس میں ساتھ ہی ارشاد فرما دیا کہ "نفس کی قسم اور جیسا کہ اس کو ٹھیک بنایا"۔ گویا اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح فرما دی۔ کہ ہم نے حضرت انسان کو مجبور محض نہیں بنایا بلکہ بقول حضرت العلام مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم:

"اعتدال مزاج کا اور حواس ظاہری و باطنی اور قوائے طبیعیہ و حیوانیہ اور نفسانیہ سب اس کو دیے اور نیکی و بدی کے راستوں پر چلنے کی استعداد رکھی۔"

یعنی استعداد دونوں قسم کی عطا فرمائی اور دونوں راہوں کی تفصیلات اور ان کے نتائج سے آگاہ فرما دیا۔ کہ انسان کے لیے اپنے اختیارات استعمال کرنا آسان ہو جائے۔ اور جب اعمال کے نتائج سے دوچار ہونے کا وقت آئے اسے کوئی عذر وغیرہ گھڑنے کی زحمت اختیار نہ کرنا پڑے۔

نیکی و بدی کی دونوں راہوں کی سمجھ دینے سے متعلق مفسر عثمانی ہی فرماتے ہیں کہ:

"یعنی اول تو اجمالی طور پہ عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے ذریعے سے بھلائی برائی میں فرق کرنے کی سمجھ دی۔ پھر تفصیلی طور پہ انبیاء و رسل کی زبانی خوب کھول کھول کر بتلا دیا کہ یہ راستہ بدی کا اور یہ پرہیزگاری کا ہے۔"

اتنے اہتمام کے بعد اب انسان اپنی مرضی کا مالک ہے چاہے تو وہ اس کو سنوار لے چاہے تو برباد کر لے اس لیے کہ حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق سارا دار و مدار تو اسی گوشت کے لوتھڑے پر ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ انسانی جسم میں ایک لوتھڑا ہے وہ درست و صحیح ہوگا تو سارا جسم صحیح ہوگا۔ وہ غلط ہوگا تو سارا جسم غلط ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ان آیات مقدسہ کے علاوہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پہ اور حضور علیہ السلام کے لاتعداد ارشادات میں نفس کی اصلاح اور اس کو سنوارنے کا تذکرہ سنوارنے کے طریق وغیرہ مذکور ہیں بلکہ نبوت کی ذمہ داریوں میں ایک اہم ترین ذمہ داری یہی ہے جو قرآن و سنت کی اصطلاح میں تزکیہ و احسان کے نام سے یاد کی جاتی ہے اور جس کا مروجہ نام تصوف ہے۔

مشائخ طریقت نے اصلاح کے لیے جو طور طریقے اپنائے ان کا حقیقی منبع فی الواقع قرآن و سنت ہے۔ اور یہ لوگ بلاشبہ پیغمبر عربی علیہ السلام کی اس ذمہ داری کو نبھا رہے ہیں۔ کیونکہ آپ کے بعد نبی تو آنے سے رہا۔ لیکن وہ کام تو جاری رہنا ہے اب اس کام کو اللہ تعالیٰ نے امت کے مختلف طبقات میں تقسیم کر دیا جن میں سے تزکیہ کی ذمہ داری اللہ رب العزت نے مشائخ طریقت کے سپرد کر دی۔

بارہا مرتبہ عرض کیا گیا کہ یہ لوگ کوئی نیا کام نہیں کرتے فرق ہے تو صرف اتنا کہ حضور علیہ السلام کی نگہ مقدسہ کی برکت سے جو کام چٹکیوں میں حل ہو جاتا تھا۔ اب اس کام کے لیے ذرا مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے کچھ محنت کرنا پڑتی ہے۔

اس محنت کے نتیجہ میں دل سنورتا ہے اور انسان اخروی ہلاکت سے بچ جاتا ہے اگر یہ محنت نہ ہو اور ارباب طریقت یہ سلسلہ ختم کر دیں تو پھر دنیا سے اللہ اللہ کا نام ختم ہو جائے پھر ساری ہی دنیا حیوانیت و شہوانیت کے بدترین راستہ پہ چل پڑے جس کے نتیجہ میں دنیا مصائب کا گھر بن کر رہ جائے۔

آج بھی مصائب اور پریشانیوں کی کمی نہیں۔ تاہم دنیا میں عدل و انصاف، باہمی رواداری، احترام انسانیت اور باہمی سلوک و محبت کے جس قدر بھی ٹمٹماتے چراغ نظر آتے ہیں وہ اسی دینی محنت کا ثمرہ ہیں اور جن لوگوں کو اللہ رب العزت اس کی توفیق عطا فرما دے اس کو اترانے کی بجائے مالک الملک کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

اس ہفتہ وار مجلس میں جس کو امام الاولیاء حضرت

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

ختم نبوّت کی عقلی حیثیت

(مولانا محمد اسحاق سندیلوی)

ابرِ رحمت اس وقت برستا ہے جب زمین کے لب خشک صدائے العطش بلند کرتے ہیں۔ بادِ بہاری چمن کے لیے حیات تازہ کا پیام اس وقت لاتی ہے جب وہ بیداد خزاں سے عاجز بن کر سراپا فریاد والغیاث بن جاتا ہے۔ مہر عالم افروز اپنا رُخ انور اس وقت بے نقاب کرتا ہے جب کہ تیرگیٔ شب حد سے گذر جاتی ہے اور ردائے ظلمت میں دُنیا کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ دُنیا کے حوادث اور تغیرات پر غور کرو۔ تم دیکھو گے ان میں سے کوئی بھی بغیر احتیاج و ضرورت کے وجود میں نہیں آتا تو کیا عقل سلیم یہ باور کر سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی اور رسول اس خاکدان عالم میں اسوقت آیا ہوگا جب کوئی اس کی احتیاج و ضرورت نہ ہو!

مقام نبوت انسانیت کی آخری معراج اور ارتقائے انسانی کی اعلیٰ ترین منزل ہے۔ اس اعلیٰ منزلت کی شخصیت ایسے وقت ایسے ظروف و احوال میں بھیجی جائے۔ جبکہ اس کی کوئی احتیاج و ضرورت نہ ہو۔ یہ بات بالکل عقل و فہم کے خلاف ہے۔

کیا خاتم النبیین محمد رسول اللہ ؐ کے بعد کسی کو تاج نبوت سے سرفراز فرمایا گیا ہے یا قیامت تک اس کا امکان ہے ؟ کہ کسی کو یہ خلعت اکرام عطا فرمایا جائے ؟ یہ دونوں مسئلے سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتے جب تک یہ نہ ثابت کر دیا جائے کہ سید المرسلین کے تشریف لانے کے بعد دُنیا کے لیے کسی نبی کی احتیاج و ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ اس کا بار ثبوت منکرین ختم نبوت پر ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں اس باب میں ہم نے یہ اسلوب اختیار نہیں کیا ہے یہاں ہم ان اسباب کو بیان کرتے ہیں جن کا وجود یقینی طور پر کسی نبی کی آمد و بعثت کی ضرورت کو معدوم کر دیتا ہے۔ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہدایت خلق اللہ کے لیے مبعوث ہوتے ہیں۔ اُن کی تشریف آوری کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ وہ بندوں کا تعلق ان کے معبودِ حقیقی کے ساتھ قائم اور مستحکم کر دیں۔

انبیاء علیہم السلام اس مقصد کو تین طریقوں سے حاصل کرتے ہیں۔

(۱) کتاب الٰہی کی تعلیم و تشریح سے

(۲) خود اپنے اعمال و افعال سے

(۳) اپنی شخصیت عظیم سے

انبیاء علیہم السلام کتاب الٰہی کا مفہوم اور اس کے مقاصد واضح فرماتے ہیں۔ اس کے کلیات کو جزئیات پر منطبق فرما کر اور جزئیات سے کلیات اخذ فرما کر نہج استنباط و اجتہاد روشن فرماتے ہیں۔ اپنے افعال و اقوال سے کتاب الٰہی کے احکام کی عملی شکل متعین فرماتے ہیں۔ مجموعی طور پر کتاب الٰہی جس طرزِ زندگی کا مطالبہ کرتی ہے اس کا عملی نمونہ پیش فرماتے ہیں۔ انہیں اقوال و اعمال کے مجموعہ کا نام سنت ہے۔ ان کی شخصیت و ذات کا اصل فائدہ اُن لوگوں کو پہنچتا ہے جو نبی کی شاگردی کا شرف براہِ راست حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح انبیاء ایک ایسا گروہ تیار کر دیتے ہیں جو ان کے علوم و معارف کا حامل ہو کر آئندہ نسلوں تک انہیں منتقل کر سکے۔ ایک ایسی جماعت تیار کرنے کے بعد انبیاء کا کام ختم ہو جاتا ہے اور وہ اس امانت الٰہیہ کو اپنے صحابہ کے سپرد کر کے بحکم الٰہی اس عالم دُنیا سے سفر کر جاتے ہیں۔ تاریخ پر نظر ڈالو۔ ان برگزیدہ ہستیوں کے متعلق حق تعالیٰ کا یہی طرزِ عمل پاؤ گے رد پ معاند سے معاند بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ خاتم النبیین ؐ سے پہلے بھی زمانہ کے بکثرت بلکہ اکثر ایسے حصے ہیں جو نبی کی شخصیت سے بالکل خالی ہیں اور ان میں ہدایت عالم کا ذریعہ صرف کتاب و سنت رہی ہیں۔ کتاب و سنت کی موجودگی ناکافی ہوتی اور شخصیت نبی کا موجود ہونا ہر زمانہ میں ناگزیر ہوتا۔ تو یقیناً کوئی زمانہ بھی

ایسی شخصیت سے خالی نہ ہوتا - اس کے علاوہ یہ بھی دیکھئے کہ کیا نبی کے زمانۂ حیات میں بھی ہر شخص آپکی شخصیت عظیم سے براہ راست استفادہ کرتا ہے یا کر سکتا ہے؟ کیا بنو اسرائیل کے لاکھوں افراد میں ہر دو حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہم السلام کا حاشیہ نشین اور ان کے نفوس قدسیہ سے براہ راست مستفید ہوا تھا! ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس زمانہ میں اسلام پورے عرب پر چھا چکا تھا - اس کی سرعت رفتار کا اندازہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہو سکتا ہے -

وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا -

(سورۃ النصر پ۳۰)

(ترجمہ) اور آپ لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہوتے ہیں)

مسافت کے لحاظ سے اسلام کی رفتار دو سو میل یومیہ سے زائد تھی مگر کیا عرب کا ہر مسلم باشندہ شرف صحابیت حاصل کر سکا تھا! یا معلم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلا واسطہ زانوئے تلمذ تہ کر سکا تھا؟ صحیح تو یہ ہے کہ ایسا ہونا ممکن ہی نہیں - اگر کتاب و سنت کا وجود ہدایت کے لیئے کافی نہ ہوتا بلکہ نبی کی شخصیت سے براہ راست وابستگی لازم ہوتی - تو دور افتادہ لوگوں نیز مابعد کی نسلوں کا اسلام ہی صحیح نہ ہوتا اگر ایسا نہیں ہے تو یہ لازم تھا کہ ہادی حقیقی کی طرف سے اس قسم کا کوئی انتظام ہوتا - کہ کم از کم نبی کے دور حیات میں ہر شخص انکی شخصیت عظیم سے براہ راست مستفید ہو سکتا -

ان بدیہی دلائل سے صراحتًا یہ نتیجہ نکلتا ہے - کہ اگر کتاب و سنت موجود و محفوظ ہو تو ہدایت اور قرب الٰہی حاصل کرنے کے لیے یہ دو ذریعے کتاب و سنت تو مستقل ہیں اور تیسرا ذریعہ یعنی نبی کی شخصیت غیر مستقل بالفاظِ دیگر مختصر رشد و ہدایت کے لیے تعلیمات نبوی ناگزیر اور کافی ہیں، جب تک یہ موجود ہوں اس وقت تک ان سے ہر زمانہ میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے خواہ خود نبی موجود ہوں یا نہ ہوں - یہ ایسا واقعہ ہے جس کا ثبوت مشاہدہ ہے - اس کے ساتھ یہ بھی دیکھیئے کہ ذات نبوی سے وابستگی بھی اس وقت تک مفید نہیں ہو سکتی جب تک تعلیم نبوی پر عمل نہ کیا جائے - اگر کوئی شخص کسی نبی کو دیکھنے پر بھی ایمان نہ لائے اور اس کی دعوت و تعلیم کو ٹھکرا دے تو کیا نبی کی خدمت میں حاضری اور ان کی زیارت اسے ذرہ بھی فائدہ پہنچا سکتی ہے؟ بخلاف اس کے جو شخص احکام نبوی کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو خواہ نبی کی زیارت سے مشرف ہوا یا نہ ہوا ہو - یقینًا ہدایت یافتہ اور فائز المرام ہے -

الحاصل جس پہلو سے بھی غور کیجئے - یہ حقیقت روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ ہدایت و رشد کا پائیدار مستقل ذریعہ کتاب و سنت یا بالفاظِ دیگر نبی کی تعلیم ہوتی ہے - خود نبی کی موجودگی کی ضرورت اسوقت تک رہتی ہے جب تک ایک جماعت ایسی پیدا نہ ہو جائے جو اسی کے علم و طریق کو علمًا و عملًا محفوظ کر لے اور اسے دوسروں تک منتقل کرنے کا کام کر سکے - ایسی جماعت تیار کرنے کے بعد نبی کا کام ختم ہو جاتا ہے چنانچہ تاریخ بتلاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام عمومًا اس کام کی تکمیل کے بعد دنیا سے اٹھا لیے گئے -

یہاں بحث یہ ہے کہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی بعثت کی ضرورت ہے - یا نہیں!

اوپر کی سطروں میں ہم نے ایک عام اصول بیان کیا ہے اسے اس خاص اور جزئی مسئلہ پر منطبق کیجیئے آفتاب نصف النہار کی طرح یہ بات واضح ہو جائے گی کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کسی نبی کی بعثت کی ضرورت نہیں ہے -

ہمارے نبی کریم ۲۳ سال تک اپنے وجود مسعود اور انفاس قدسیہ سے اس عالم تیرہ و تار کو منور فرماتے رہے - اس کے بعد اس عالم دنیا سے عالم آخرت میں اپنے رب کریم کے حضور میں تشریف لے گئے - اپنے ترکہ میں تین چیزیں آپ نے چھوڑیں، اللہ کی نورانی کتاب یعنی قرآن کریم اپنی سنت سنیہ یعنی اپنے اقوال و افعال و تقریرات، تیسری چیز جماعت صحابہ یعنی ایک لاکھ سے زائد ایسی منور ربانی اور پاکیزہ شخصیتیں جو براہ راست معلم اعظم سے مستفید ہوئی تھیں اور ان کے علوم عالیہ کی حامل و محافظ اور انکا عملی نمونہ تھیں - یہی نہیں بلکہ اس امانت محمدیہ کو دوسروں تک پہنچانے کی حریص تھیں، قرآن کریم سینوں اور سفینوں میں اس طرح محفوظ رہا کہ اس کا ایک ایک حرف، ایک ایک شوشہ آج تک محفوظ ہے اور اس کی حفاظت سے جو اسباب حق تعالیٰ نے مہیا فرمائے ہیں اور جو طریقے مقرر فرما دئیے ہیں انہیں دیکھ کر ہر شخص یقین کرنے پر مجبور ہے کہ اللہ کا یہ کلام تا قیام قیامت محفوظ اور ہر قسم کی تحریف سے پاک رہے گا - اس کی حفاظت ایسی ہوگی کہ معاند سے معاند غیر مسلم بھی اس حقیقت کے تسلیم کرنے پر مجبور رہوں کہ قرآن مجید ہر قسم کی تحریف سے منزہ ہے نہ اس میں کمی ہوئی نہ زیادتی، نہ اس کے الفاظ یا آیات کی ترتیب میں کوئی فرق پڑا ہے - اس کا ایک ایک حرف وہی ہے جو رسول اکرم پر نازل ہوا تھا اور جو آنحضور نے قبل از وفات امت کے سپرد فرمایا تھا - قرآن مجید کا

ایک ایک حرف متواتر ہے۔ اگرچہ اس کے سب اجزاء متواتر نہیں ہیں، تاہم یہ یقینی ہے کہ سنت نبوی بھی محفوظ ہے اور تعامل، پریس کی قوت اور دیگر اسباب نے اسے قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔

کتاب و سنت کی اس موجودگی کی صورت میں کسی نبی کی بعثت کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ ہدایت اور رشد کے یہ دو سرچشمے موجود ہیں اور سارے عالم کو سیراب کرنے کے لیے بالکل کافی اور وافی ہیں ان کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ کسی نبی کی بعثت کی بھی ضرورت ہے۔ ایک سفیہانہ بات ہے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ یہ دین قیامت تک باقی رہے گا ظاہری اسباب بھی یہی بتا رہے ہیں کہ اسلام ابدی اور دائمی دین ہے اور کتاب و سنت ہدایت کے ایسے سرچشمے ہیں جو کبھی خشک نہیں ہو سکتے آب حیات کے ان لافانی اور ابدی چشموں کے ہوتے ہوئے کسی نبی کے وجود کی پیاس جھوٹی پیاس ہے جو دل و دماغ کی بیماری اور عقل و فہم کی خطرناک ضلالت کی علامت ہے۔

اگر ہم کسی نئے نبی کی بعثت فرض کریں تو فطرتاً یہ سوال پیدا ہوگا کہ اس کا کام کیا ہوگا؟ وہ شریعت محمدیہ علیہ الف الف تحیۃ کو منسوخ کر کے کسی نئی شریعت کی تعلیم دے گا؟ یا اسی شریعت کا اجراء کرے گا؟ کسی نئی کتاب اور نئی بعثت سے قرآن مجید اور سنت محمدیہؐ کو منسوخ کرے گا یا اسی کتاب اور اسی سنت کی تشریح و تفصیل کرے گا؟ اگر پہلی صورت فرض کی جائے تو پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی ضرورت کیا ہے؟ قرآن و سنت سراپا ہدایت ہیں۔ ان میں کیا کمی ہے جس کی تکمیل کسی نئی کتاب اور نئے نبی کے ذریعہ کی جائے۔

جو شخص بھی اسلام کا مدعی ہے ہرگز یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ قرآن و حدیث ہدایت کے لیے ناکافی ہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ کسی غیر مسلم کے لیے بھی یہ بات کہنا مشکل ہے جو شخص ایسا کہتا ہے اس کے ذمہ ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کو ہدایت کے لیے ناکافی یا ناقص ثابت کرے۔ کوئی مشکل سے مشکل مسئلہ جس کا تعلق دین کے ساتھ ہو قرآن مجید اور حدیث نبوی کے سامنے پیش کر دو، تم دیکھو گے کہ وہ مشکل کیسی آسان ہو جاتی ہے اور مسئلہ کا کیا عمدہ دائمی حل نکل آتا ہے البتہ فہم سلیم اور علم صحیح کی احتیاج ہے۔

دوسری شق اختیار کرنے پر بھی وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی تشریح و تفصیل کے لیے کسی نبی ہی کے آنے کی کیا حاجت اگر امتی اس بیان و تشریح سے عاجز و قاصر ہیں تو ہر زمانہ میں کسی نہ کسی نبی کا وجود لازم ہے حالانکہ یہ بات بالکل خلاف واقعہ ہے جس کی غلطی مشاہدہ سے ثابت ہے

علاوہ بریں نبی کی موجودگی کی صورت میں عادتاً بھی یہ ناممکن و محال ہے کہ وہ ہر شخص کے سامنے پیش آنیوالے ہر جزئی مسئلہ کے متعلق قرآن و حدیث کا بیان اور اس کی تشریح پیش کریں۔ ذرائع خبر رسانی کی اتنی ترقی کے باوجود ایک شخص کے لیے یہ ناممکن ہے کہ کروڑوں سوالات کا جواب روزانہ دیتا رہے خود نبی کریم ؐ کے مبارک دور میں بہت سے مسائل و جزئیات کے متعلق مسلمانوں کو اجتہاد کرنا پڑتا تھا اگرچہ اس قسم کے مسائل کی تعداد قلیل ہے مگر پھر بھی خاصی ہے جن میں صحابہ کرام نے خود اجتہاد کیا ہے اور نصوص کا بیان اپنی فہم سے کیا ہے یہ صرف صحابہ کرام کا فعل ہی نہیں ہے بلکہ خود نبی کریم ؐ نے اس طریق کار کی تعلیم دی ہے۔ حضرت معاذ بن جبل ؓ کو یمن بھیجتے وقت آنحضرت ؐ نے نص صریح کی عدم موجودگی کی صورت میں اسی اجتہاد و استنباط کی ہدایت فرمائی تھی اس سے ظاہر ہے کہ ہر جزئی مسئلہ کی تشریح کے لیے نبی کی احتیاج نہیں ہے بلکہ نبی کے بیان کی احتیاج ایک خاص دائرہ تک محدود ہے۔ اس دائرہ کی وسعت کے متعلق عقل خاص پہلے سے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔ مگر نبی کے تشریف لے جانے کے بعد وہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ اس کے حدود ختم ہو چکے ہیں اور اس کے بعد کسی دوسرے نبی کا اس مقصد سے آنا بالکل بے ضرورت ہے۔ اور جب تک کسی دلیل شرعی قطعی و یقینی سے کسی نبی کی ضرورت و احتیاج نہ ثابت ہو جائے اس وقت تک وہ اسے تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہو سکتی، ظاہر ہے کہ اگر امت بعض مسائل کے متعلق قرآن و حدیث کی تشریح خود کر سکتی ہے تو کل غیر منصوص مسائل میں اسے ایسا کرنے سے کون مانع ہے؟ اور اس کی اس استطاعت کے بعد کسی نبی کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے!

خلاصہ یہ ہے کہ اس برہان روشن سے بھی عقیدہ ختم نبوت واضح اور روشن ہو جاتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ خاتم النبیین ؐ کے بعد کسی نبی کی بعثت کی کوئی احتیاج و ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ قرآن و حدیث کی رہنمائی قیام قیامت تک کافی اور وافی ہے۔

عثمان غنی صاحب کو صدمہ

محترم جناب محمد عثمان غنی صاحب داؤ کینٹ کا بچہ گزشتہ دنوں ولادت کی تھوڑی دیر بعد انتقال کر گیا انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ اور دیگر ارکان ادارہ خدام الدین جناب محمد عثمان غنی صاحب کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ معصوم کو والدین کے اجر و ذخر بنائے آمین

(ادارہ)

عبدالرحمٰن
لودھیانوی

جالوت اور طالوت

حضرت موسیٰؑ کے بعد کچھ عرصہ تک بنی اسرائیل کا کام درست رہا پھر جب اُن کی نیت بگڑی تب اُن پر ایک غنیم کافر بادشاہ جالوت نام مسلط ہوا۔ انکو شہر سے نکال دیا اور لوٹا اور اُنکو پکڑ کر بندہ بنایا۔ بنی اسرائیل بھاگ کر بیت المقدس میں جمع ہوئے اُس وقت حضرت شموئیلؑ پیغمبر تھے۔ اُن سے درخواست کی کہ کوئی بادشاہ ہم پر مقرر کردو تاکہ اُس کے ساتھ ہوکر ہم فی سبیل اللہ جہاد کریں۔

اللہ نے اُن کے لیے طالوت بادشاہ مقرر کردیا۔ طالوت کی قوم میں پہلے سلطنت نہ تھی۔ غریب محنتی آدمی تھے۔ اُن کی نظر میں طالوت سلطنت کے قابل نظر نہ آتے اور بوجہ دولت اور مال اپنے آپ کو سلطنت کے قابل خیال کرتے تھے۔ نبی نے فرمایا کہ سلطنت کسی کا حق نہیں اور سلطنت کے لیے بڑی لیاقت عقل اور بدن میں زیادتی اور وسعت درکار ہے جس میں طالوت تم سے افضل ہے۔ انہوں نے اپنے پیغمبر سے نشانی طلب کی بنی اسرائیل میں ایک صندوق چلا آتا تھا اور اُس میں حضرت موسیٰؑ اور دیگر انبیائے بنی اسرائیل کے برکات تھے بنی اسرائیل اس صندوق کو لڑائی میں آگے رکھتے اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے فتح دے دیتا۔ جب جالوت اُن پر غالب آیا تو وہ صندوق بھی لے گیا۔ جب اللہ تعالیٰ کو صندوق کا پہنچانا منظور ہوا تو یہ کیا تو وہ کافر جہاں صندوق کو دیکھتے وہیں وبا اور بلا آتی۔ پانچ شہر ویران ہوگئے۔ ناچار ہوکر اس کو دو بیلوں پر لاد کر ہانک دیا۔ فرشتے بیلوں کو ہانک کر طالوت کے دروازے پر پہنچا گئے۔ بنی اسرائیل اس نشانی کو دیکھ کر طالوت کی بادشاہت پر یقین لائے اور طالوت نے جالوت پر فوج کشی کی اور موسم نہایت گرم تھا۔ طالوت کے ساتھ چلنے کو سب تیار ہوگئے۔ طالوت نے کہدیا کہ جو کوئی جوان زور آور بے فکر ہو وہ چلے ایسے بھی اسی ہزار نکلے پھر طالوت نے انکو آزمانا چاہا۔ ایک منزل میں پانی نہ ملا دوسری منزل میں ایک نہر ملی۔ طالوت نے حکم دے دیا کہ جو ایک چلو سے زیادہ پانی نہ پیئے وہ میرے ساتھ چلے۔ صرف تین سو تیرہ اُن کے ساتھ رہ گئے اور سب جدا ہوگئے۔ جنہوں نے ایک چلو سے زیادہ پانی نہ پیا۔ اُن کی پیاس بجھی اور جنہوں نے زیادہ پیا اُن کو اور پیاس زیادہ لگی اور آگے نہ چل سکے۔ جب وہی تین سو تیرہ آدمی جالوت کے سامنے ہوئے اور اُنہی تین سو تیرہ میں حضرت داؤد کے والد اور اُن کے چھ بھائی اور خود حضرت داؤد بھی تھے۔

حضرت داؤد کو راستہ میں تین پتھر ملے اور بولے کہ ہمکو اُٹھالے۔ ہم جالوت کو قتل کریں گے۔ جب مقابلہ ہوا جالوت خود باہر نکلا اور کہا میں اکیلا تم سبکو کافی ہوں۔ میرے سامنے آتے جاؤ حضرت شموئیل نے حضرت داؤد کے باپ کو بلایا کہ اپنے بیٹے مجھ کو دکھلا۔ اُس نے چھ بیٹے دکھلائے جو قد آور تھے حضرت داؤد کو نہیں دکھلایا کیوں کہ اُن کا قد چھوٹا تھا اور بکریاں چراتے تھے۔ پیغمبر نے اُن کو بلایا اور پوچھا کہ تو جالوت کو مارے گا۔ انہوں نے کہا ماروں گا۔ پھر جالوت کے سامنے گئے اور اُنہی تین پتھروں کو فلاخن (گوپیا) میں رکھ کر مارا۔ جالوت کا صرف ماتھا کھلا تھا اور تمام بدن لوہے میں غرق تھا۔ تینوں پتھر اُس کے ماتھے پر لگے اور پیچھے کو نکل گئے۔ جالوت کا لشکر بھاگا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ پھر طالوت نے حضرت داؤد سے اپنی بیٹی کا نکاح کردیا اور طالوت کے بعد یہ بادشاہ ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکم جہاد ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ اللہ کی بڑی رحمت اور احسان ہے نادان کہتے ہیں کہ لڑائی نبیوں کا کام نہیں۔

(شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن قادری)

قرآن میں طالوت اور جالوت کا قصہ

ملکی نظام، سیاستِ عامہ، دشمنوں کی مدافعت، مفسدوں کی بیخ کنی اور امن عامہ کی حفاظت کے لیے بادشاہ کا ہونا ضروری ہے۔ بادشاہ کا انتخاب قابلیت اور جواہر حکومت کے لحاظ سے ہونا چاہیئے، وطن اور اہل وعیال سے انسان کو فطری محبت ہوتی ہے۔

اعدائے وطن اور دشمنانِ اولاد کی مدافعت کے لیے آدمی کے جذبات انتقام بر انگیختہ ہو جاتے ہیں۔ انسان کی دماغی حالت ہر وقت یکساں نہیں رہتی۔ یک وقت بغیر معمولی جرأت یا فطری سہل انگاری کی وجہ سے ایک چیز کو آسان جانتا ہے اور اسی کا طالب ہوتا ہے لیکن جب وہ چیز آ پڑتی ہے تو ڈر کر اس سے بھاگتا ہے۔

انسان اپنی مادی سرشت کے اعتبار سے دوسروں پر بزرگی اور تفوق کا خواہاں ہوتا ہے۔ اگر اکتسابی فضیلت اور حاصل کردہ علوم و فنون سے بے بہرہ ہو تو پھر شرافت نسبی ہی کو اپنی فضیلت اور برتری کا سبب قرار دیتا ہے۔ جسمانی تندرستی۔ بدنی قوت اور روحانی آراستگی یعنی وسعتِ علم خدا کے تمام انعامات کے سرتاج ہیں اور انہیں کے تفاوت سے انسانوں کے مراتب میں تفاوت ہوتا ہے۔ امتیاز نسلی، پیشہ کی بزرگی اور دولت مندی کو فضیلتِ انسانی میں دخل نہیں ہے۔

بزرگوں کے تبرکات بھی بہت باوقعت اور قابلِ عظمت چیزیں ہیں انکو عظمت اور تقدس کی نظر سے دیکھنا جائز ہے۔ مقابلہ کے وقت آگے بڑھنے ہی سے آدمی کا جوہر کمال ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ جو کام کرانا چاہتا ہے اُس کے اسباب بھی ویسے ہی فراہم کر دیتا ہے۔

ہوا و ہوس کو بالکل ترک کر دینے والے خدا کے خالص بندے ہیں اور اگر دنیوی آلائش میں کسی قدر آلودہ بھی ہو جائیں تب بھی غنیمت ہے نجات کی امید اور منزلِ مقصود پر پہنچنے کا خیال ہو سکتا ہے۔ لیکن جو لوگ ہوا و ہوس اور دنیوی معاملات میں غرق ہیں احکام الٰہی کی طرف سے اُن کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔ وہ کبھی مقصود تک نہیں پہنچ سکتے اور کبھی اُن کو نجات نہیں مل سکتی۔ صبر و استقامت اور تحملِ مصائب انسان کے ایمان کی کسوٹی ہے۔

صبر و استقامت کی تعلیم، راہِ خدا میں جان فروشی اور ایثار کرنے کی تلقین، خدا پر بھروسہ کرنے اور مصائب میں اُسی سے امداد طلب کرنے کی ہدایت،

اس امر کی صراحت، کہ فتح و ظفر خدا کے دستِ قدرت میں ہے۔ مادی طاقت کی کمی بیشی پر شکست و فتح موقوف نہیں۔ جذباتِ ایثار اور جرأت و ہمت انسان کا فرض ہے۔

؎ شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے امیر۔
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا۔

جو شخص خدا پر بھروسہ کرتا ہے اور اُس کی راہ میں ایثار نفس اور قربانی کرتا ہے خدا بھی اُس کی مدد کرتا ہے اور اپنے انعامات سے اُس کو سرفراز فرماتا ہے۔ دنیوی حکومت اور دشمنوں پر کامیابی بھی خدا کی بڑی نعمت ہے۔ دنیوی فنون و علوم بھی خداداد انعام ہے۔

اعلان توحید کے لیے جہاد کی ضرورت اور اشاعت اسلام کے لیے مدافعت اعداء کی اہمیت۔ رسول اللہؐ کا مرسل ہونا اور مرسلین کے طریقہ پر چلنے کی صراحت، گذشتہ انبیاء کے جہاد کرنے کی تصریح اور آنحضرتؐ کو بھی اُسی سنتِ فطریہ پر چلنے کی طرف اشارہ۔

پ۲ آخری آیات (از تفسیر مولانا سید عبدالدائم جلالی)

گذشتہ واقعہ پر نظر ڈالیے! آپ دیکھیں گے کہ ان سے حسبِ ذیل مسائل کا استنباط و استخراج ہوتا ہے۔

(۱) جنگ شروع کرنے سے پہلے امیر کا انتخاب ضروری ہوتا ہے

(۲) امیر کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

(ا) جہانگیری اور جہانداری کے مسائل سے خوب واقف ہو

(ب) فنونِ جنگ میں اُسے دستگاہ وافی حاصل ہو۔

(۳) رائے عامہ کا احترام ضروری ہوتا ہے۔ اگر اس کے خلاف کوئی بات کی جائے تو عام لوگوں کو اطمینان دلایا جائے۔ ورنہ کام میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔

(۴)۔ امارت کے لیے دولت پر نظر نہ ہو اور صدر نشینی کے لیے مالداروں کو تلاش نہ کیا جائے۔

(۵) جو لوگ اپنی خدمات پیش کریں اُن کا امتحان لینا ضروری ہے تاکہ کھوٹے کھرے میں تمیز ہو۔

(۶) صرف مقصدِ حیات پر مرنے والوں سے کام لیا جائے

(۷) کامیابی کے لیے امیر کی نظر قلتِ و کثرتِ تعداد پر نہ ہو۔ بلکہ جذباتِ حقہ اور اخلاق فاضلہ پر ہو۔

(۸) نتائج کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے اور یہی توکل ہے۔

(۹) حق و صداقت کی مدافعت، اور کفر و باطل پرستی کے استیصال کے لیے سرفروشوں کا ایک گروہ ہمیشہ تیار رہے۔

(۱۰) بنی اسرائیل نے حکومت قائم کی اس لیے مسلمان اپنی حکومت قائم کریں۔

یہ تمام قصہ اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل نے اپنی حکومت قائم کی ایسے ہی رسول اللہؐ کے حق میں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ آپکو بھی مخالفین و معاندین اسلام سے جنگ کرنی پڑے گی۔ انجام کار آپؐ غالب رہیں گے اور آپ کو امّتِ مسلمہ کے بقا و قیام کے لیے سلطنت قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوگی۔

(باقی صد ۲۲ پر)

کتاب "اسلام ایک عالمگیر نظام" کا ایک باب



ضیاء الرحمن فاروقی مدنی منزل سمندری، لائل پور

اسلامی سلطنت کے بیس بنیادی اصول

قرآن کی روشنی میں

قسط (۲)

اسلام کا عادلانہ نظام

کسی شخص کو جرم کا ثبوت مہیا کیے بغیر کوئی سزا نہیں دی جا سکے گی۔

اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ (۴۹ : ۶)

اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لائے تو تم اس کی تحقیق کرو۔ مبادا کہ تم کچھ لوگوں کو نادانی میں نقصان پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ۔

عدلیہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ہر دباؤ سے آزاد ہو گی اور سوائے قانون شریعت کے کسی کی مداخلت کو قبول نہیں کرے گی۔

كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ (۴ : ۳۵)

انصاف پر قائم رہنے والے، اللہ کے لیے گواہی دینے والے رہو، اگرچہ اپنی ذات کے خلاف یا والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے خلاف ہو۔

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ (۵ : ۴۸)

پس آپ ان کے درمیان اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ کیجئے۔ اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے۔

رعیت پروری کا بے مثال اصول

نادار، اپاہج اور حرماں نصیب افراد کے لیے ضروریات زندگی فراہم کرنے کا مکمل انتظام کیا جائیگا اور اجتماعی دولت کی تقسیم اس طرح کی جائے گی۔ کہ اس سے ملک کے باشندے منصفانہ طور پر بہرہ ور ہو سکیں اور وہ صرف دولت مند افراد کے ہاتھوں میں دائر ہو کر نہ رہ جائے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ۔ (۵۹ : ۷)

اور جو کچھ اللہ اپنے رسولؐ کو دوسری بستیوں کے لوگوں سے دلوا دے تو وہ اللہ کا حق ہے اور رسولؐ کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں اور مسافر کا تاکہ وہ تمہارے دولت مند افراد ہی کے درمیان دائر نہ ہو جائے۔

وَفِىْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔ (۵۱ : ۱۹)

اور ان کے اموال میں حق ہے، سائل کا اور محروم کا۔

انفرادی ملکیت کا جواز

انفرادی ملکیتیں جو جائز طریقوں سے حاصل کی گئی ہوں۔ وہ کسی سے ناحق سلب نہیں کی جائینگی۔

لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (۲:۱۸۸)
مت کھاؤ ایک دوسرے کے اموال آپس میں ناحق طور پر۔

احکام بقدر طاقت

باشندوں پر کوئی ایسا ٹیکس نہیں لگایا جائے گا جو ان کی برداشت سے باہر ہو۔ نہ انہیں کسی ایسے انتظامی حکم کا مکلف کیا جائے گا جو ان کی وسعت میں نہ ہو۔

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔

اور (نبی) ان سے ان کا بوجھ دور کرتا ہے اور وہ طوق جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔

اللہ کسی شخص کو مکلف نہیں کرتا مگر اس کی وسعت کے مطابق۔

اسلام کا نظامِ تعلیم

تمام مسلم باشندوں کے لیے تعلیم و تربیت کا ایسا انتظام کیا جائے گا جس کی رُو سے وہ قرآن مجید اور بنیادی اسلامی معلومات سے واقف ہوں اور دنیا میں اسلامی تعلیمات کے مطابق خوش اسلوبی کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔ اس کے ساتھ معاشی علوم و فنون میں زیادہ سے زیادہ کمال پیدا کر کے اپنے ملک کو خود کفیل بنا دیں اور دوسروں کی محتاجی سے آزاد کر سکیں (اسی تعلیمی ضرورت کے پیشِ نظر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بدر کی جنگ میں پڑھے لکھے قیدیوں کو پڑھانے لکھانے کی شرط پر رہائی کا حکم دیا تھا)

ارشادِ باری ہے:۔

ویعلمھم الکتاب والحکمۃ

اور (نبی) کے فرائض میں یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کو قرآن اور دانائی کی تعلیم دے۔

ذمیوں کے حقوق

غیر مسلم باشندگانِ مملکت کو (بشرطیکہ وہ مرتد نہ ہوں) بنیادی طور وہی انسانی حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمان باشندوں کو حاصل ہیں۔

ارشاد باری تعالےٰ:۔

وان کان من قوم بینکم و بینھم میثاق فدیۃ مسلمۃ الی اھلہ۔

اور اگر (خطاً قتل ہو جانے والا) ایسی قوم میں سے ہو جن کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہے یعنی ذمی ہو تو اس کے رشتہ داروں کو دیت سپرد کرنی ہو گی۔

ایفائے عہد

ارشاد باری:۔ یا ایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود۔

اے ایمان والو! اپنے عہد و پیمان کو پورا کرو

فرضیت جہاد

فریضہ جہاد کو اسلامی احکام کے مطابق بجا لایا جائے گا۔

ارشاد باری ہے:۔

جاھدوا فی اللہ حق جھادہ

اللہ کے راستے میں جہاد کرو جیسا جہاد کا حق ہے۔

خارجہ پالیسی

غیر مسلم ریاستوں میں سے جو ریاستیں اسلام اور مسلمانوں کے لیے معاند نہ ہوں ان سے مصالحانہ روابط اور حسن سلوک کا تعلق قائم کیا جائے گا۔

لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین لم یخرجوھم — تا — ان اللہ یحب المقسطین۔

اللہ تمہیں ان لوگوں کے بارے میں منع نہیں کرتا ہے جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے قتال نہیں کیا اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرو بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

سیاسی معاہدات کی پابندی

دوسرے ممالک کے ساتھ کئے ہوئے

معاہدات جو شرعاً جائز ہوں ان کی پابندی کی جائے بصورت دیگر معاہدے کے اختتام کا اعلان کر دیا جائے گا — ارشاد باری ہے:

اِلَّا الَّذِیْنَ عَاہَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ـــــ تا اِلٰی مُدَّتِہِمْ ط

"مگر مشرکین میں سے جن لوگوں کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو پھر وہ تمہارے ساتھ (اس کے ایفا میں) کوئی کوتاہی نہ کریں — اور تمہارے خلاف کسی کی پشت پناہی نہ کریں تو ان کے عہد کو ان کی مدت تک پورا کرو"۔

ارشاد باری تعالیٰ:

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَۃً فَانْبِذْ اِلَیْہِمْ عَلٰی سَوَآءٍ۔

"اگر تمہیں کسی قوم سے بدعہدی کا اندیشہ ہو تو اس کی طرف (معاہدہ) برابر پھینک دو"۔

غیر مسلم اور کلیدی عہدے

غیر مسلموں کو اسلامی مملکت میں کوئی ایسا کلیدی عہدہ نہ دیا جائے گا جو مسلمانوں کے رموز مملکت سے متعلق ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ:

لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَۃً مِّنْ دُوْنِکُمْ لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا ط

"اور مت بناؤ اپنے علاوہ دوسروں میں کسی کو ہمراز، یہ لوگ تمہیں فساد میں مبتلا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے"۔

اسلام کا اٹل فیصلہ

دستور کے ان نکات میں جو براہ راست قرآن و سنت سے ماخوذ ہیں کبھی اور کسی طریق کار کے ذریعے تبدیلی نہ ہو سکے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ:

وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ

"اور آپ کے رب کا کلام واقعیت اور اعتدال کے اعتبار سے کامل ہے۔ اس کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں"۔

یہ وہ اعجازی دستورِ مملکت ہے جس کے باعث مدینہ کی ایک چھوٹی سی حکومت دیکھتے ہی دیکھتے براعظم یورپ، براعظم افریقہ اور براعظم ایشیا کی سلطنتوں پر اسلام کا پرچم لہرا دیا — انہی اصول کے تحت فاران کی چوٹیوں سے اٹھنے والی توحید کی آواز چاردانگ عالم میں پھیل گئی۔ پھر دیکھا آپ نے — دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آپڑی۔ خسرو پرویز، ہرقل، مقوقس جیسے شاہوں نے اسلامی جاہ و جلال کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ اجمالی طور پر قرآن سے ماخوذ اسلام کے بیس بنیادی اصول ناظرین کے سامنے ہیں۔ ان کے ایک ایک جملے میں ہزاروں جزئیات پنہاں ہیں۔ یقیناً آج کے دور میں انہی اصولوں کے ذریعے مسلمان دوسری اقوام پر برتری حاصل کر سکتے ہیں۔

بقیہ: مجلسِ ذکر

لاہوری قدس سرہ نے قائم و جاری فرمایا تھا، لوگ دور دور سے آتے ہیں اور کسب فیض کرتے ہیں آنے والوں کو شکرِ نعمت بجا لانا چاہیے کیونکہ ؎

میری طلب بھی اسی کے کرم کا صدقہ ہے
یہ قدم اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں

بہرحال اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہ بات واضح فرما دی کہ نفس کی اصلاح سے کامیابی نصیب ہو گی اور اس کو خاک میں ملانے سے نامرادی مقدر ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں نیکی و تقویٰ کی راہ پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین، ثم آمین!

* * * * *

تنقید و تبصرہ

تبصرہ کے لیے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں آنا ضروری ہیں

۲۔ سیرت طیبہ

مرتب الحاج امیر الدین ناظم مدرسہ تعلیم القرآن نواں شہر ملتان
صفحات ۵۰۰ قیمت ۱۸ روپیہ۔

پیغمبر رحمت، نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر عالم ہیں جن کی شریعت رہتی دنیا تک باقی رہنی ہے۔ آپ ایسے وقت میں مبعوث ہوئے جب دنیا خطرناک قسم کی گروہ بندیوں کا شکار تھی اور دامن انسانیت تار تار تھا لیکن آپ نے ربانی الہامات کے ذریعہ بکھری ہوئی انسانیت کو ایک لڑی میں پرو دیا۔ پروردگار عالم نے آپ کی زندگی میں ہی آپ کی ان تمام حیثیات کو قرآن کریم کے ذریعہ واضح فرما دیا تھا جن کو تسلیم کرنا از روئے ایمان ضروری ہے ان حیثیات میں ایک حیثیت یہ بھی تھی کہ آپ، صاحب اسوۂ حسنہ ہیں اور آپ ہی کی زندگی اس قابل ہے کہ اسے مشعل راہ بنایا جائے بصورت دیگر زندگی انسانی نہیں حیوانی سطح پر پہنچ جائے گی اور تم لوگ امن و چین سے محروم ہو جاؤ گے۔

نبی امی علیہ السلام کی اس حیثیت کو اجاگر کرنے کے لیے ہر دور میں مختلف زبانوں میں آپ کی سیرت نگاری کا مشغلہ جاری رہا اور آپ کے غلام نے اپنے اپنے انداز میں یہ خدمت سرانجام دی اور ایک قطعی حقیقت ہے کہ آپ کی سیرت مقدسہ پر جتنا لٹریچر تیار ہوا اسکا عشر عشیر بھی کسی بڑی شخصیت کے متعلق نہیں ملتا۔

اردو جو ایک جدید لیکن خوبصورت زبان ہے اس کا دامن بھی تذکرہ و سیرت نبوی سے خالی نہیں بلکہ سچ پوچھیں تو مختصر دور میں اس زبان پر آپ کی سیرت مقدسہ پر بعض ایسی ایسی کتابیں سامنے آئیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔ اسی سلسلہ کی تازہ کڑی زیر نظر کتاب ہے جس کا نام سیرۃ طیبہ ہے۔ اس کے مصنف ایک باخدا، مخلص اور سادہ منش مسلمان ہیں جنہیں اپنے پیغمبر سے والہانہ لگاؤ اور تعلق ہے جس کا اظہار کتاب کی ایک ایک سطر سے ہوتا ہے۔ جہاں تک کتاب کی معنوی خوبیوں کا تعلق ہے میں اپنی بے بضاعتی کے پیش نظر کچھ کہنے سے معذور ہوں البتہ ایک بات کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ طبقہ علماء کی ایک ذمہ دار اور باخدا شخصیت حضرت الشیخ الملک مولانا خیر محمد جالندھری قدس اللہ سرہ العزیز جیسے یگانۂ روزگار استاد و شیخ نے ایک حصہ تو بذات خود حرفاً حرفاً سنا اور انتہائی خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا اور باقی حصہ خرابی صحت کے پیش نظر اپنے ایک عزیز ترین شاگرد حضرت العلام مولانا مفتی عبدالستار کے سپرد فرمایا جنہوں نے پڑھا دیکھا اور جانچا ہی نہیں بلکہ ایک مقالہ بصورت مقدمہ سپرد قلم فرما کر اس میں جہاں ضرورت نبوت پر مدلل گفتگو کی وہاں آپ کی جامعیت، وحدت انسانیت و رسالت جیسے مسائل پر بہ حاصل تبصرہ فرمایا اور مرتب صاحب موصوف کے بیے کلمات خیر کا ذکر فرمایا جو اس کتاب کے ایک ایک حرف کے لیے "سند و دلیل" ہیں۔

رہ گئی ظاہری خوبیاں تو بہترین کاغذ، نکھری ہوئی کتابت، مضبوط و حسین جلد کا یہ مرقع مرتب موصوف کے پتہ سے دستیاب ہے قیمت واجبی ہے ساڑھے چھ سو عنوانات کے ضمن میں سیرت مقدسہ کے ہر ضروری پہلو پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے زبان سادہ ہے کہ عام سے عام آدمی آسانی سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور سچی بات یہ ہے کہ پڑھتے ہوئے مجھ جیسے گنہگار پر صاحب سیرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ مرتب صاحب موصوف کی محبت و خلوص کا گہرا اثر پڑا اور میں نے اپنے دل میں ایک عجیب سرور ایمانی حاصل کیا۔

اللہ تعالیٰ مرتب گرامی مرتبت کی اس محنت کو شرف قبولیت سے نوازے باذوق حضرات سے مطالعہ کی درخواست ہے۔

۳۔ لطائف رشیدیہ

حضرت امام العصر، قدوۃ الانام، قطب زمان، فقیہ العصر مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ غلام ہندوستان میں قدرت کا ایک عطیہ تھے جنہوں نے اپنی تمام تر صلاحیتیں اسلام و اہل اسلام کی سربلندی کے لیے وقف کر دی تھیں اور اس راہ میں جو کچھ بھی پیش آیا ہنسی خوشی قبول کیا۔

دوسری خدمات کے علاوہ بعض خالص علمی مسائل پر آپ کے بارہ کے قریب مکاتیب کا زیر تبصرہ مجموعہ حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی قدس سرہ کی سعی و کاوش سے مرتب ہو کر کئی بار چھپا ہوا آجکل بالکل نایاب تھا۔ حال

ہی ہیں "دارالمعارف" لڑشہرہ روڈ گوجرانوالہ نے اس گنجینۂ علوم ومعارف کو انتہائی محنت کے ساتھ بڑے پیمانے اور حسین انداز میں شائع کرایا ہے ۴۲ صفحات کا یہ خوبصورت گلدستہ جو اچھی جلد اور خوبصورت سرورق سے مزین ہے دارالمعارف کے علاوہ کتب خانہ رشیدیہ جامع مسجد راجہ بازار راولپنڈی سے بھی مل سکتا ہے۔

اس دور میں جب کہ گرامی مرتبت اسلاف کی عظمت وجلالت شان کے خلاف منظم تحریکیں زیر زمین کام کر رہی ہیں ان قدسی صفت بزرگوں کے علوم ومعارف کے ان متبرک گلدستوں کو منظر عام پر لانا ایک بہت بڑی خدمت ہے۔ اس لحاظ سے دارالمعارف کے ارباب حل وعقد ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں اور ہم مدارس اسلامیہ کے ذمہ دار حضرات سے بالخصوص گذارش کریں گے کہ وہ اس خالص علمی رسالہ کی قدر کریں اور یہی اور اساتذہ کرام کی نگرانی میں طلبہ کے مطالعہ کا اہتمام فرمائیں تاکہ نسل نو کو اپنے بزرگوں کی جلالت شان کا اندازہ ہو سکے اور وہ علمی معارف جو ان حضرات کی مدتوں کی کاوش کا نتیجہ تھے ان سے آگاہی حاصل ہو سکے۔

قیمت صرف چھ روپے ہے جو مناسب ہے۔

گناہ بے لذت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب زید مجدہم ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں جن کے قلم سے مختلف مسائل پر متعدد چھوٹی بڑی تصانیف سامنے آچکی ہیں جن میں معارف القرآن ایک شاہکار ہے اور بعض دوسری کتابیں بھی اپنی مثال آپ۔

اس وقت جو رسالہ ہمارے سامنے ہے وہ بعض ایسے گناہوں سے متعلق ہے جن میں اکثر لوگ بقول مصنف عوام محض غفلت وجہالت کی وجہ سے مبتلا ہیں، اور وہ ایسے گناہ ہیں کہ کوئی دنیوی مفاد وخواہش ان سے متعلق نہیں نہ ہی ان کا چھوڑنا مشکل۔

لیکن زندگی کو بے مقصد سمجھنے کے ظالمانہ طرز عمل نے نیکی و بدی کی تفریق اور ان کے اچھے برے انجام ونتائج سے ہمیں بے پرواہ کر دیا ہے اور ہم بالکل بے پرواہ ہو کر سرپٹ دوڑے چلے آرہے ہیں۔

اس قسم کے بے لذت گناہوں کی تفصیلات ان کی حقیقت اور ان پر مرتب ہونے والے شدید وسنگین نتائج اس رسالہ کا موضوع ہیں ۸۰ صفحہ (چھوٹی تقطیع) کے اس مختصر رسالہ کو حیدرآباد سندھ کے مکتبہ اصلاح وتبلیغ ہیرآباد نے شائع کیا ہے قیمت محض ڈیڑھ روپیہ ہے۔

معیت الٰہیہ

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری علیہ الرحمۃ ایک باخدا، مرد قانت وموحد اور صاحب نسبت بزرگ تھے، حکیم الامت قدس سرہ کی توجہ باطنی نے آپ کو کندن بنا دیا تھا جس کے پیش نظر قدرت نے آپ سے اصلاح وتبلیغ کا بہت کام لیا اور ایک خلق نے آپ سے فائدہ اٹھایا۔

زیر نظر رسالہ دراصل موصوف کی ایک تقریر ہے جو تعلق مع اللہ اور اس کے برکات پر ایک قسم کا الہامی خطاب ہے آپ کے خادم و خلیفہ شاہ ابرارالحق صاحب زید مجدہم کے مرید، خادم مولانا محمد اختر نے اس تقریر کو قلم بند کیا بعد میں حضرت موصوف کی خدمت میں مسودہ پیش کیا اور سنایا مزید اہل علم وصلاح نے بھی سنا پسند فرمایا اور اشاعت کی تحریک ہوئی۔

اشاعت کے بعد اس رسالہ کو غایت درجہ قدر ومنزلت سے دیکھا گیا حتی کہ دارالھجرۃ مدینہ طیبہ زادھا اللہ شرفا وکرما کے بعض اہل صلاح وتقویٰ نے اپنے خدام کی توجہ اس رسالہ کی طرف مبذول فرمائی جو میرے نزدیک اس رسالہ کی عند اللہ مقبولیت کی دلیل ہے۔

لیکن جب یہ مرحلہ آیا تو کتاب نہ دارد اس لیے مرتب صاحب موصوف نے دوبارہ اشاعت کا اہتمام کیا اور یہ رسالہ چھپ کر طیار ہو گیا قرآنی آیات واحادیث کا یہ قابل قدر اور حسین وجمیل مرقع جو اہل اللہ اور اکابر اولیاء امت کے بیسیوں واقعات سے مزین ہے۔

مکتبہ اصلاح وتبلیغ ہیرآباد حیدرآباد نے بڑے اہتمام سے چھپوایا ہے جو صرف تین روپیہ میں مل سکتا ہے۔

ستم رسیدہ اور دکھی انسانیت جو امن وچین کی تلاش میں ہے اس رسالہ کے مطالعے سے سکون قلب حاصل کر سکتی ہے۔

دعائے صحت

جمعیۃ علماء اسلام کے نامور رہنما مولانا عبدالحق ایم۔ این۔ اے مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کئی دنوں سے مسلسل بیمار ہیں۔

احباب حضرت مولانا کی صحت کے لیے التزام کے ساتھ دعا فرمائیں۔ (ادارہ)

محمد سعید الرحمن علوی

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ

(۵)

گزشتہ اشاعت میں اکبر اعظم اور اس کی زیر نگرانی مرتّب و مدوّن ہونے والے "دین جدید" کے سلسلہ میں بقدر ضرورت تفصیلات قارئین کی نظر سے گزر چکی ہیں۔ صحبت امروزہ میں اس ساری داستان کا وہ حصہ سامنے لایا جا رہا ہے جو انتہائی دلخراش اور اندوہناک ہے اور یقین فرمائیں کہ میرا قلم اس سلسلہ میں ساتھ دینے سے گریز کر رہا ہے تاہم قلب و جگر تھام کر میں یہ تلخ فریضہ انجام دے رہا ہوں۔ پروردگارِ عالم ان سطور کو آج کے "نورتنوں" کے لیے سرمایۂ ہدایت بنا دے تو زہے نصیب!

یا تو آج میں اس سارے ڈرامہ میں "علماءِ سوء" کے کردار کی نقاب کشائی کر رہا ہوں اور دلائل و براہین کی دنیا میں میرا یہ دعویٰ ہے کہ اس سارے فساد کی ذمہ داری صرف اور اسی طبقے پہ عائد ہوتی ہے جس نے بفحوائے حدیث نبوہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ دین محض دنیا کے لیے حاصل کیا۔ (دورِ فتن کے سلسلہ میں حضور علیہ السلام نے ایک موقعہ پر فرمایا تعلم لغیر الدین۔ مشکوٰۃ وغیرہ) اور پھر ان کا اس نیت سے علم حاصل کرنا جو رنگ لایا تو یہ بھلی۔

ورنہ تاریخ نے ان صفحات میں ان حقائق کو محفوظ کر لیا ہے کہ اکبر اعظم ابتدا میں جوہر نفس کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ حق کا طالب بھی تھا اور اس کی زندگی میں بعض اسلامی شعائر و اقدار کا احترام قابلِ رشک حد تک موجود تھا۔ لیکن بعد میں ......

اصل قصہ یہ ہے کہ اکبر کی پیدائش ایسے عالم میں ہوئی کہ اس کا باپ ہمایوں شیر شاہ سوری کی وجہ سے مارا مارا پھر رہا تھا۔ ظاہر بات ہے کہ اس حال میں وہ بے چارہ اپنے نومود کی تعلیم و تربیت کا کیا انتظام کرتا؟ نتیجہ یہ ہوا کہ اکبر علم و عرفان کی روشنی سے محروم رہا۔ ۱۶-۱۷ سال کی عمر ہی کیا عمر ہے کہ اسے تخت ہی پر متمکن ہونا پڑا۔

ان ساری چیزوں کے باوجود جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا وہ فطرتاً صالح اور نیک تھا۔ اور اگر وہ بچپن میں تعلیم و تربیت سے محروم رہا تھا تو کوئی بات نہ تھی۔ اب بھی اگر اسے اچھے مشیر مل جاتیں تو وہ یقیناً ایک مثالی بادشاہ ہوتا لیکن جس طرح تاریخ اور بالخصوص پاکستان کی مختصر تاریخ میں بڑے بڑے بادشاہوں کی تباہی میں "درباریوں اور مشیروں" نے مرکزی کردار ادا کیا اسی طرح اکبر کے زوال اور اس کی خانماں بربادی میں اس کے مشیروں نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔

ملا عبد القادر صاحب بدایونی اپنی شہرۂ آفاق کتاب منتخب التواریخ کے صفحہ ۲۵۵ پر اکبر کے متعلق لکھتے ہیں:

"بادشاہ ہے کہ جوہر نفیس داشت و

طالب حق محمد عالی محقق"

یعنی جوہر نفس کا مالک بھی تھا اور طالب حق بھی (البتہ بلند خیال ضرور تھا اور ذاتی علم سے عاری) اور ایسا ہونا فطری بات ہے جب اسے ناگہانی حوادث کے پیشِ نظر بچپن میں علم و عرفان

کی روشنی نصیب ہی نہ ہو سکی تو اس میں اس کا قصور بھی کیا ہے ؟

مزید ملا صاحب نے اس کی ابتدائی زندگی کے متعلق جو یادداشتیں قلمبند کی ہیں ان کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں :

نماز کی پابندی تو بڑی چیز ہے سفر و حضر میں بھی جماعت ترک نہ ہوتی ۔

سات عالم امامت کے لیے مقرر تھے اور ان سات میں ایک ملا صاحب بھی تھے جن کی شہادت یہ ہے کہ

"ہر پنج وقت برائے خاطر جماعت در دربار می گفتند (ص ۲۱۵)

(یعنی پانچوں وقت بر سر دربار جماعت کے متعلق حکم کرتے)

یہ تو ہوا حضر کا معاملہ سفر میں :

"ایک خاص خیمہ نماز کا ہوتا جس میں بادشاہ سلامت جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے"

علم دین اور علماء کے اعزاز کے سلسلہ میں اس سے بڑی بات کیا ہو گی کہ شیخ عبدالنبی جو کے ابتدائی دور میں "صدر جہاں" کے عہدہ پہ قائم تھے کے گھر گاہ بگاہ بادشاہ سلامت خود جاتے اور یہ جانا کیونکہ ہوتا تھا ؛

"محض علم حدیث سننے کے لیے"

احترام کا یہ عالم تھا :

"کہ ایک دو دفعہ بادشاہ نے جوتیاں بھی شیخ کے سامنے سیدھی کر کے رکھیں"

اور یہ واقعہ ہے کہ محض شیخ سلیم کے پڑوس میں رہنے کی غرض سے فتح پور کو دارالسلطنت قرار دیا ۔

"مدتوں پاپیادہ اجمیر شریف جانے کا معمول رہا ۔ دارالسلطنت فتح پور میں "انوپ تلاؤ" کے نام سے تالاب بنوایا اور اس کے اردگرد عمارتیں بنوائیں ان کا نام عبادت خانہ" تھا اور بقول ملا صاحب :

"جہاں یہ عمارتیں بنائی گئی تھیں ۔ بادشاہ اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں اسی مقام پہ ایک پرانے حجرہ کے پتھر پہ بیٹھ کر آبادی سے دور مراقبہ میں مشغول رہتے اور صبحگاہی کے فیض کو حاصل کرتے (ص ۲۱۵)

جمعہ کی نماز کے بعد اسی عمارت میں علماء کا اجتماع ہوتا اور یہ ذوق اتنا بڑھا کہ

"جمعہ کی پوری شب ان ہی علماء و مشائخ کی صحبت میں گزرتی اور خوشبوئیں جلائی جاتیں"

علماء اور مشائخ کی صحبت کیوں اختیار کی گئی :-

"محض مسائل کی تحقیق کے لیے خواہ اصول سے تعلق رکھتے ہوں یا فروع سے"

"بادشاہ علماء کی بھرپور طریق سے خدمت بھی کرتے اور ہر ایک کے حسب حال اس سے سلوک ہوتا"

اظہار تعزیت

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی اور صوبائی رہنماؤں حضرت درخواستی مولانا مفتی محمود، مولانا عبیداللہ انور، مولانا محمد ایوب جان بنوری، مولانا سید محمد شاہ امروٹی اور مولانا محمد خان شیرانی نے مولانا محمد یوسف بنوری کے والد محترم کے سانحہ ارتحال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے ۔

ان تمام حضرات نے ایک مشترکہ بیان میں مرحوم کی مغفرت کے لیے اور حضرت بنوری سمیت تمام متعلقین کے لیے صبر جمیل کی دعا کی ۔

بقیہ : طالوت جالوت

اس لیے آپ کی آئندہ ضروریات کو پیش نظر رکھ کر یہ قصہ اسوقت بیان کیا جاتا ہے اور اس قصہ میں ان تمام سیاسی امور کی تعلیم دی گئی ہے جو قیام حکومت میں پیش آئیں گے اور آپ آسانی سے ان کی بناء پر تنظیم مملکت کر سکیں گے ۔ حضرت داؤد ؑ انبیاء کے مرسلین میں سے تھے ان کو جہانگیری اور جہانداری کے علم عنایت کئے گئے آپ ؐ بھی نبی مرسل ہیں اس لیے ضروری ہے کہ ان نوازش ہائے گوناگوں سے آپ ؐ بھی سرفراز کئے جائیں ۔

(خواجہ محمد عبدالحی فاروقی)

ٹیلیفون نمبر ۱۷۵۳۵

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۲۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C-۲۲۷-۲۲۸۱ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری D.D.4-۲۰۶۹۷/۹/۲۹ مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.M/۲۰-۱۵۳۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۷ء

سلاطینِ اسلام اپنے کردار کے آئینہ میں

ڈاکٹو رام کوثری —— مرسلہ: سید رضی الحسن، لائل پور

مسجد سے آ رہے تھے جو اک روز بوترابؓ
اب تو خلافت آپ کو دنیا میں مل چکی
رسیدگی لائق پیوند بھی نہیں!
اب کیا رہا ہے اس کو جو ڈالا گلے میں ہے
بنوائیے پھر قبا نفیس اے امیرِ دیں
کس کام پھر یہ آئے گا سیم و زرو طلا
یہ بات سن کے حیدرِ کرارؓ رو پڑے
نازک معاملہ ہے رعایا و شاہ کا
ہے بندہ پروری سے زمانہ میں سروری
سلطاں کی شکل چاہیئے سب سے حقیر تر
جو ہے خزانہ پاس میرے وہ میرا نہیں
محنت سے پیٹ بھر کے بھی خالق کا خوف ہے
بنواؤں پھر نیا قبا اب کہاں سے میں
شاہی میں ہے یہ شکلِ گدایاں اس لیے
اللہ رے عدلِ بادشاہ جملہ اولیاء
بے شک وہی ہے بادشاہِ دہر کامگار
بے شک عروج اس کی حکومت کو ہے سدا
یعنی ہے جس کا شیوہ رعیت کی پرورش
انصاف یہ نہیں ہے رعایا ہو نالا کش

بازارِ کوفہ میں یہ کسی نے کیا خطاب
پھر کیوں قبا کا حال ہے پہلے سے بھی خراب
اب اس قبا سے آپ کو لازم ہے اجتناب
پیوند بے شمار ہیں اور چاک بے حساب
فضلِ خدا سے شاہِ شہنشاہ ہیں جناب
ہے بعد مرگ گنجِ گراں یہ مثلِ خواب
آہستگی سے اس کو دیا اس طرح جواب
محکوم سے زیادہ ہے حاکم کا اضطراب
ذرہ نوازیوں سے ہے اجلالِ آفتاب
بے کسوں کو تاکہ نہ ہو یاس و پیچ و تاب
حق العباد کھاتے ہیں خالق کا ہے عتاب
روزِ جزا خدا سے مبادا ہو کچھ حساب
پیری میں مژدہ غم کی زیادہ نہیں ہے تاب
ایسا نہ ہو کہ مجھ پہ قیامت میں ہو عذاب
اب تک ہے جس کے ذکر سے مخلوق فیضیاب
بے شک ہے عہد اس کے زمانے میں باصواب
بے شک اسی کے ہضم زلیں کا ہے عتاب
قانونِ ملک جس کا ہے انصاف کی کتاب
سلطاں ہو محوِ محفلِ چنگ و دف و رباب

اس سے زیادہ ظلم نہیں اور کوثری
بھوکا ہو ملک اور پیئے بادشاہ شراب

عبید اللہ انور پبلشر نے پرنٹر خواجہ طارق لطیف کیمبرج پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔